اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۸، شمارہ۲، مسلسل شمارہ:۳۶۸، سال ۲۰۲۳ء

# اُردو خلاصے

## ۱۔ سیر ستانِ مبارز الدولہ (ریاست بہاول پور کا ایک اہم تہذیبی و ثقافتی ماخذ)

**عِصمت درانی**

**سیر ستان مبارز الدولہ** فارسی زبان میں لکھا گیا ایک سفر نامہ ہے جو ریاست بہاول پور کے ایک مقامی نمائندے پیر ابراہیم علی خویشگی قصوری کے سفر انگلستان پر مشتمل ہے۔ اس سفر نامے کا چوتھا باب بہاول پور کی تہذیب و ثقافت کے بارے میں ہے۔ مصنف نے اس باب میں اپنی چودہ سالہ دور ملازمت (۱۸۴۰تا۱۸۵۴ء) کے دوران یہاں کے تمدنی حالات اور طرز معاشرت کے متعلق اپنے مشاہدات، تاثرات اور تجربات جامع انداز میں تحریر کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو بہاول پور کی تہذیب وثقافت کا ایک اہم ماخذ قرار دیا جاسکتا ہے، جس میں ماضی کی پرامن ریاست کے ابتدائی دور کی تصویر محفوظ کی گئی ہے، جس کے خدو خال ابھی تشکیل پا رہے تھے۔ اس مضمون میں اسی باب کے مندرجات کی روشنی میں ریاست کی تہذیب وثقافت کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

## ۲۔ مہستی گنجوی دور حاضر کی کشور ناہید

**صائمہ اعجاز**

مہستی گنجوی (۱۰۸۹۔۱۱۸۱ء) آذربائیجان کی سرزمین پر پیدا ہونے والی ایک مایہ ناز رباعی گو شاعرہ تھی اور اس کا تعلق دور سلجوق (۴۲۹ھ/۱۰۳۷ء۔ ۵۵۲ھ/۱۱۵۷ء) سے ہے۔ مہستی ایک ایسی جدت پسند شاعرہ تھی جس نے لگی بندھی روایات سے انحراف کیا۔ نہ صرف شاعری میں رباعی کی صنف میں **شہر آشوب** لکھ کر نئی طرح ڈالی بل کہ فرسودہ معاشرتی روایات سے اختلاف کرتے ہوئے عورت کے حقوق اور آزادی نسواں کے لیے بھی آواز بلند کی۔ وہ ایک مظلوم اور روشن خیال عورت کے دلی جذبات کو بغیر کسی لگی لپٹی کے بیان کرتی ہے۔ اسی بنا پر اسے قید و بند کی صعوبتوں سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ مہستی نے پانچویں صدی کے مرد نواز معاشرے میں جو آواز بلند کی اس کی بازگشت ہمیں بیسویں صدی کی اردو شاعرہ کشور ناہید کے ہاں سنائی دیتی ہے جس نے معاشرتی پابندیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور بھی شدید معاشرتی رد عمل کا سامنا کیا۔ اس مضمون میں انھی دو شاعرات کے احساسات وافکار کو موضوعِ بحث لایا گیا۔

**۳۔ سراجِ منیر (سفر نامۂ حج از شیفتہ) تحقیق و تنقید**

**زاہرہ نثار**

نواب غلام مصطفیٰ خاں شیفتہ انیسویں صدی عیسوی کے معروف شاعر ہیں۔ تاریخِ ادب اردو میں ان کا تذکرہ **گلشنِ بے خار** اُن کی بے پناہ شہرت کا سبب اور حوالے کی کتاب کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ اردو اور فارسی ہر دو زبانوں میں شعر گوئی کی صلاحیت رکھنے کے سبب اردو میں شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص کے حامل ہیں۔ وہ تصوف کی جانب طبعی میلان رکھتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ وہ عازمِ سفر حج ہوئے اور سفری مشاہدات کو **رہ آورد** (فارسی) **سراجِ منیر** (اردو ترجمہ) کی صورت میں پیش کیا۔ اس مقالے میں شیفتہ کے سفر نامۂ حج کے اردو ترجمہ **سراج منیر** کی تحقیق اور جرح و نقد کی کاوش کی گئی ہے۔ مزید بر آں اس سفر نامے کے توسط سے شیفتہ کی نثر نگاری کی ایک نئی جہت قارئین کے لیے دل چسپی کا باعث ہو سکتی ہے۔

**۴۔ گرامی اور اقبال کے روابط اور فکری و فنی مشترکات**

**گوہر اقبال**

غلام قادر گرامی برصغیر پاک وہند کے نام ور استاد شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال کے ان سے گہرے دوستانہ مراسم ان کی خط کتابت سے واضح ہیں۔ اس دور میں اقبال کو فارسی شاعری کی اصلاح کے لیے گرامی سے زیادہ موزوں کوئی اور شخصیت نظر نہ آئی۔ اقبال اپنے اشعار انھی کو اصلاح کے لیے بھیجتے۔ دونوں شعرا ایک دوسرے کے فکر و فن کے مداح تھے۔ علامہ اقبال کی بعض غزلیات گرامی ہی کی ذوقی و تخلیقی تحریک کا نتیجہ ہیں۔ اس مقالے میں ان دونوں شعرا کے باہمی مراسم اور فکری و فنی مشترکات بیان کیے گئے ہیں۔

**۵۔ جاگیر دارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کا ارتقا**

**خضریٰ تبسم / ثوبیہ منظور**

روزِ اول سے ہی زمین بھی نوع انسان کے لیے بنیادی ذریعہ معاش رہی ہے۔ اسی حوالے سے زراعت کو اولین پیشہ سمجھا جاتا ہے۔ زمین کی اسی مادرانہ شفقت کے باعث کم و بیش ہر تہذیب میں اسے ماں کا درجہ حاصل رہا ہے۔ انسانی خوراک کی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ زمین بہترین ذریعۂ آمدن بھی ہے، چناں چہ اول اوّل اپنی استعداد کے مطابق زمین کو زیر استعمال لایا جاتا رہا۔ آمدن کے وسائل میں اضافے سے جو نظام تشکیل پایا اُسے جاگیر دارانہ نظام کہتے ہیں۔ اپنی طاقت اور استعداد سے زمین کے بڑے بڑے

قطعات پر قبضہ کر کے اس نظام کو تقویت دی گئی، جس سے حاکمیت کا تصور سامنے آیا۔ ہر حاکم کو زراعت کے لیے افرادی قوت کی ضرورت رہتی جو حاکم نہ بن پاتے وہ محکوم بن کر زرعی پیداوار کا سلسلہ جاری رکھتے جب کہ حاکم بلاشرکت غیرے تمام آمدن کا مالک بن جاتا۔ صدیوں تک یہ سلسلہ جاری رہا جسے انسانی ترقی کے مشینی دور نے زیادہ بہتر اور تیز پیداوار کے حصول کے نظام میں تبدیل کر دیا۔ اس طرح جاگیرداری کے ساتھ ساتھ سرمایہ داری نظام سے آغاز کر کے سرمایہ داری نظام کے بیسویں صدی کے نیو ورلڈ آرڈر تک کے سفر کی ارتقائی صورت حال کو پیش کیا گیا ہے۔

**۶۔ اکیسویں صدی کے منتخب اردو ناول: عالم گیریت کے تناظر میں**

**محمد ریاض / مختار احمد عزمی**

موجودہ عہد کا اردو ناول، کلاسیکی اردو ناول سے بہ لحاظ اسلوب، متن، ہیئت اور تکنیک ، قدرے مختلف ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے عالم گیریت نے زندگی کے ہر شعبے پر اپنے اثرات مرتب کیے ہیں۔ ان کا اثر و نفوذ بہ آسانی روز مرہ زندگی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ روس کے انہدام (۱۹۸۹ء) کے بعد دنیا یک قطبی ہو گئی اور نیو ورلڈ آرڈر جیسے ضابطے کو دنیا کے پس ماندہ ممالک پر لاگو کر دیا گیا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی بہ دولت دنیا ایک گلوبل ویلیج کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔ صارفیت کا بڑھتا ہوا رجحان، یکساں کلچر کے سامنے مقامی تہذیب اور ثقافت کی گرتی ہوئی دیوار، معاشی جبر اور عالمی منظر نامے پر ہونے والی تبدیلیاں، اکیسویں صدی کے اردو ناول کے رجحانات پر اثر انداز ہوئی ہیں۔

**۷۔ اردو غزل کے ہیئتی مباحث اور آزاد غزل**

**عدنان بشیر**

غزل کے بارے میں صنف اور ہیئت کی بحث موجود رہی لیکن دو ہم وزن مصرعے اور مطلع کے علاوہ باقی اشعار کے مصرعِ ثانی میں ردیف سے پہلے قافیے کا ہونا ہی غزل کی ہیئت کی بنیادی شناخت رہے ہیں۔ ساٹھ کی دہائی میں وزن، بحر، قافیے، ردیف اور ارکان کی کمی بیشی کے ذریعے کیے گئے تجربے کو آزاد غزل کا نام دیا گیا۔ ہندوستان سے مظہر امام نے اس کے نظریہ ساز اور آغاز کار ہونے کا دعویٰ کیا لیکن میراجی یہ تجربہ پہلے ہی کر چکے تھے۔ اس تجربے نے غزل کے امکانات میں کوئی خاص اضافہ نہ کیا بل کہ اس کے ردِ عمل میں غزل کی ہیئت نے اپنی اہمیت کو مزید راسخ کیا۔

## ۸۔سید ضمیر جعفری اور اُن کا نثری سرمایہ - ایک جائزہ

**عبیرہ شاہد/ریحانہ کوثر**

سید ضمیر جعفری کی بنیادی وجہ شہرت مزاحیہ شاعری ہے لیکن بہ طور نثر نگار بھی ان کی متعدد تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ یہ تصانیف مختلف اصناف یعنی ناولٹ، کالم، سفر نامہ، خاکہ نگاری اور بالخصوص یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ نثری تصانیف میں ان کے خاکے اپنے معیار کے اعتبار سے شاہ کار ہیں جن میں صداقت، بے باکی اور حقیقی تصویر نگاری پائی جاتی ہے۔ اُن کے ناولٹ انسانی زندگی کے دوہرے پن اور افراد کے تصنّع آمیز رویوں کے موضوع پر قابل توجہ ہے۔ کالم نگاری میں ضمیر جعفری نے عالمی صحافتی معیار کے کالم لکھے ہیں۔ ان کے نثری سرمائے کا اہم ترین حصّہ شخصی یادداشتوں پر مشتمل ہے جو قریب پچاس سال کے عرصے پر محیط ہیں۔ ان یادداشتوں میں ان کی نجی یادیں، زندگی کے معاملات، ان کے عہد کی معاشرتی اور سیاسی صورتِ حال، ضمیر کے ذاتی تعلقات، ملاقاتیں الغرض گوناگوں موضوعات لیے ہوئے ہیں۔ اندازِ بیان میں شگفتگی، برجستگی، بذلہ سنجی اور فکری گہرائی موجود ہے۔ اس مضمون میں ضمیر جعفری کی نثری تصانیف کا تعارف اور متعلقہ مباحث کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

## ۹۔1984: یادداشت کے احتساب کا بیانیہ

**ظہیر عباس**

تخلیقی صلاحیتوں کے لحاظ سے جارج آرویل بیسویں صدی کے سب سے نمایاں ذہنوں میں سے ایک ہے۔ اس کا ناول ۱۹۸۴ سیاسی موضوع اور فنی پیش کش کی وجہ سے مثالی ہے۔ اس ناول کو اس کی معنویت کے لحاظ سے کئی حوالوں سے زیر بحث لایا جاسکتا ہے۔ اس مضمون میں ان منفی ذرائع پر بات کی ہے جو یادداشت کو موڑ دیتے ہیں، اسے ختم کر دیتے ہیں یا اسے دبا دیتے ہیں۔ سیاسی اور معاشی طاقتیں انسانی ذہن پر قبضہ جمانے کے لیے ہر ہتھکنڈا استعمال کرتی ہیں۔ وہ ہر کسی کی یادداشت پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ نوجوان، بچے اور بوڑھے کوئی بھی ان کے سامنے مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اس ناول میں ناول نگار بڑی مہارت سے تمام ذہنی اور نفسیاتی مزاحمتوں کا عمدگی سے نقشہ کھینچتا ہے۔ ناول کے متن میں مستقبل کے بارے میں بہت سے اشارے ہیں جو آج کے جدید دور کے معاشرے میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ناول کے تجزیے میں اس منطقی نتیجے

تک پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مطلق العنان طاقتیں آہستہ آہستہ عام آدمی کے ذہن پر قابو ہو رہی ہیں اور اس سے جو چاہیں کروا سکتی ہیں۔

**۱۰۔ اوکسفرڈ انگلش اردو ڈکشنری: لغت یا ترجمہ؟**

**عاطف خالد بٹ**

شان الحق حقی اردو کے معروف ماہرِ لسانیات، مترجم اور لغت نویس ہیں۔ ان کا دورانیہ تقریباً چھے دہائیوں پر محیط ہے۔ ایک لغت نویس کے طور پر اردو میں ان کے کام کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ان کی تیار کردہ **اوکسفرڈ انگلش اردو ڈکشنری** پاکستان میں دست یاب انگریزی اردو کی سب سے مشہور یک جلدی لغت ہے۔ یہ لغت دو دہائیاں قبل شائع ہوئی تھی اور تب سے اب تک کئی بار شائع ہو چکی ہے لیکن اس پر نظرِ ثانی کبھی نہیں کی گئی۔ اسی طرح اس کا کبھی بھی تنقیدی جائزہ نہیں لیا گیا۔ اس تحقیقی مضمون میں اس ڈکشنری کا جائزہ لینے کے علاوہ اس بات پر بھی بحث کی گئی ہے کہ مذکورہ کتاب واقعی ایک لغت ہے یا ترجمہ۔